ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.2 (2026)
(April to June)

حفیظ خان کے ناول "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں جسم کی تجارت: سرمایہ اور طاقت کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Commodification of the Body, Capital, and Power in Hafeez Khan's Novel 'Hyder Goth Jo Bakhshan

ڈاکٹر ثمینہ صدیقی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو نمل، اسلام آباد
ثوبیہ عمر
لیکچرر، شعبہ اُردو، عسکریہ سکول اینڈ کالج، گلزار قائد، راول پنڈی

Dr. Samina Siddique
Assistant Professor Urdu NUML, Islamabad
Biakhan797@gmail.cm
Sobia Umar
Lecturer Urdu,Askaria school and college Gulzar-e-Quaid, Rawalpindi

Article Details
Received:
May 20, 2026
Accepted:
May 25, 2026
Online Published:
June 30, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract:
This study examines the commodification of the body in Hafeez Khan's novel *"Hyder Goth Jo Bakhshan"* within the interconnected frameworks of capital and power. The novel portrays a social order in which the human body, particularly that of women and marginalized individuals, is transformed into a commodity for the accumulation of wealth, political influence, and institutional authority. Set against the socio-political landscape of Sindh, the narrative reveals how Haji Bakhshan constructs an extensive network by exploiting prostitution, trafficking, and personal desires to secure the patronage of bureaucrats, politicians, police officials, and legal professionals. The study further explores the characters of Allah Dino Ubaid, Commissioner Sahibzada Sultan Ahmad Tungar, Advocate Rizwan Hashmi, and other influential figures to demonstrate how economic interests, sexual gratification, and political ambitions reinforce one another in sustaining structures of domination and corruption.

Key words: Hyder Goth Jo Bakhshan, Commodification of the Body, Capital,Sexual Exploitation, Capitalism, Bureaucracy, Patriarchy-.

معاصر اُردو ناول نے پاکستانی معاشرے میں رونما ہونے والی سماجی، معاشی اور سیاسی تبدیلیوں کو نہایت گہرائی کے ساتھ اپنے موضوعات کا حصہ بنایا ہے۔ خصوصاً سرمایہ، طاقت اور جنسیت کے باہمی تعلقات ایسے مباحث ہیں جنھوں نے اکیسویں صدی کے اُردو ناول کو نئی فکری جہت عطا کی ہے۔ ان ناولوں میں عورت اور جسم محض حیاتیاتی یا جذباتی وجود نہیں رہتے بلکہ معاشی مفادات، سماجی رتبے اور سیاسی اقتدار کے حصول کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اس تناظر میں جسم کی تجارت صرف انفرادی اخلاقی انحراف نہیں بلکہ ایک ایسے سماجی اور معاشی ڈھانچے کی علامت بن کر سامنے آتی ہے، جہاں انسانی رشتے بھی منڈی کی منطق کے تابع ہوتے چلے جاتے ہیں۔

حفیظ خان کا ناول "حیدر گوٹھ کا بخشن" اسی پیچیدہ سماجی حقیقت کی ایک مؤثر ادبی تشکیل ہے۔ ناول سندھ کے ایک ایسے ماحول کی تصویر کشی کرتا ہے جہاں سرمایہ، طاقت، بیوروکریسی، سیاست، پولیس، عدالتی نظام اور جنسی خواہشات ایک دوسرے سے اس طرح پیوست ہیں کہ ان کے درمیان حدِ فاصل قائم رکھنا ممکن نہیں رہتا۔ ناول کا مرکزی کردار حاجی بخشن اس حقیقت کی نمائندگی کرتا ہے کہ جسم کی تجارت محض دولت کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ اقتدار تک رسائی، سماجی اثر ورسوخ اور ریاستی و سماجی مراعات حاصل کرنے کی ایک منظم حکمتِ عملی بھی بن سکتی ہے۔ اسی طرح اللہ ڈنو عبید، صاحبزادہ سلطان احمد تونگر، رضوان ہاشمی اور دیگر کردار اس استحصالی نظام کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں، جہاں سرمایہ طاقت کو جنم دیتا ہے اور طاقت سرمایہ بڑھانے کا ذریعہ بن جاتی ہے، جبکہ دونوں کی بنیاد انسانی جسم، خصوصاً عورت کے جسم، کی خرید و فروخت پر استوار ہوتی ہے۔

یہ مضمون "حفیظ خان کے ناول "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں جسم کی تجارت: سرمایہ اور طاقت کا تجزیاتی مطالعہ" کے عنوان کے تحت اس امر کا جائزہ لیتا ہے کہ ناول میں جسم کو کس طرح ایک معاشی وسیلے، سماجی سرمائے اور طاقت کے آلے میں تبدیل کیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں متن کا تجزیہ معیاری تنقیدی اور سماجی نظریات کی روشنی میں کیا جائے گا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ حفیظ خان نے جسم کی تجارت کو محض جنسی انحراف کے طور پر نہیں بلکہ سرمایہ، اقتدار، سماجی تعلقات اور اخلاقی زوال کے باہمی رشتوں کی ایک پیچیدہ علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس اعتبار سے حیدر گوٹھ کا بخشن معاصر اُردو ناول میں سرمایہ، طاقت اور جسم کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے لیے ایک اہم ادبی متن کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہانی کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے جب حاجی بخشن کے ہوٹل پر چھاپہ پڑتا ہے اور ہوٹل کی منفعت کے اسباب کو زیرِ حراست لے لیا جاتا ہے۔ لیکن حاجی بخشن کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی ہے کیوں کہ اس کے بقول اس نے تمام خدمات پوری انجام دے رکھی تھیں پھر ایسا کیسے ہوا؟:

> "علاقے کا کون سا افسر تھا جس کے ہاں آئے روز اس کے ہوٹل سے خصی بکروں کا دم پخت اور المونیم فائل میں لپیٹ کر دہکتے ہوئے کوئلوں سے خستہ کیا ہوا گوشت نہیں بھجوایا جاتا تھا وگرنہ کڑاہی قورمہ تو روز کا معمول تھا۔ حاجی بخشن کی کمائی ان دنوں عروج پر پہنچی کہ جب نائن الیون کے بعد کراچی سے افغانستان جانے والے نیٹو کے کنٹینر حیدر گوٹھ کے ملحقہ ضلع سے گزرتے ہوئے ولایتی شراب کی سینکڑوں پیٹیاں مخصوص ٹھکانوں پر اتار کر چلے جاتے۔ یوں اس علاقے میں شراب کی ریل پیل ہوئی تو اپر پنجاب کو سپلائی کی غرض سے حاجی بخشن کا ہوٹل غیر ملکی شراب کا ٹرانزٹ ڈپو بن کر رہ گیا۔"(۱)

"حیدر گوٹھ کا بخشن" کے آغاز ہی میں حفیظ خان اس سماجی اور معاشی فضا کو تشکیل دیتے ہیں جہاں دولت، سرکاری سرپرستی اور ناجائز کاروبار ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم بن جاتے ہیں۔ حاجی بخشن بظاہر ایک ٹرک ہوٹل کا مالک ہے، مگر رفتہ رفتہ اس کا کاروبار محض خوراک کی فراہمی تک محدود نہیں رہتا بلکہ سرکاری افسروں کی ضیافت، غیر ملکی شراب کی ترسیل اور غیر قانونی تجارت کے ذریعے ایک ایسے معاشی نیٹ ورک میں تبدیل ہو جاتا ہے جو ریاستی اہلکاروں کے مفادات سے جڑا ہوا ہے۔ مصنف اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ غیر قانونی سرمایہ کبھی تنہا فروغ نہیں پاتا بلکہ اسے طاقت کے مختلف مراکز کی خاموش یا فعال سرپرستی حاصل ہوتی ہے۔ نائن الیون کے بعد افغانستان کی جنگ کے تناظر میں نیٹو سپلائی کا حوالہ ناول کو محض مقامی کہانی نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے عالمی سیاست، جنگی معیشت اور مقامی سرمایہ داری کے باہمی تعلق سے جوڑ دیتا ہے۔ یوں حفیظ خان یہ واضح کرتے ہیں کہ عالمی سیاسی تبدیلیاں

بھی مقامی سطح پر ایسے معاشی ڈھانچے پیدا کرتی ہیں جن سے ناجائز سرمایہ جنم لیتا ہے اور پھر یہی سرمایہ سماجی اثر ورسوخ اور طاقت کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

David Harvey اپنی کتاب The New Imperialism میں واضح کرتے ہیں کہ جدید سرمایہ داری اکثر بحرانوں، جنگوں اور غیر معمولی سیاسی حالات کو نئے معاشی مواقع میں تبدیل کر دیتی ہے، جہاں سرمایہ مخصوص گروہوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہوتا چلا جاتا ہے۔ "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں حاجی بخشن کا کاروبار اسی تصور کی ادبی مثال معلوم ہوتا ہے، جہاں عالمی جنگ کی پیدا کردہ ترسیلی معیشت مقامی سطح پر ناجائز سرمائے کی افزائش کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ ناول دراصل اس استحصالی نظام کی معاشی بنیاد کو واضح کرتا ہے جس پر بعد میں حاجی بخشن اپنی سماجی، سیاسی اور جنسی طاقت کی پوری عمارت استوار کرتا ہے۔ چنانچہ ناول کی اگلی منزل میں سرمایہ صرف اشیا کی تجارت تک محدود نہیں رہتا بلکہ انسانی جسم بھی اسی منڈی کا حصہ بن جاتا ہے، جہاں خواہش، دولت اور اقتدار ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ (۲)

> "یہ سب لوگ منتظر تھے ان گیارہ ملزموں کے جنھیں گزشتہ شام حیدر گوٹھ سے فتح گڑھ جانے والی قومی شاہراہ حاجی بخشن کے ٹرک ہوٹل سے مبینہ طور پر زناکاری کے جرم کا ارتقاب کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا۔ ان ملزموں میں دو جوان لڑکیاں، دو خواجہ سرا اور سات کم عمر لڑکے تھے جو ہوٹل کے عقب میں بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی کوٹھریوں میں لمبے روٹ کے ڈرائیوروں کو پھر سے تازہ دم کر کے رات بھر کے سفر کے قابل بنا دیتے تھے۔" (۳)

درج بالا اقتباس "حیدر گوٹھ کا بخشن" کے مرکزی استعارے "جسم کی تجارت" کو پوری شدت کے ساتھ سامنے لاتا ہے۔ مصنف نے دو نوجوان لڑکیوں، دو خواجہ سراؤں اور سات کم عمر لڑکوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ استحصالی سرمایہ صرف عورت تک محدود نہیں رہتا بلکہ ہر ایسے جسم کو اپنی منڈی کا حصہ بنا لیتا ہے جو معاشی منفعت پیدا کر سکے۔ اس طرح ناول میں جسم اپنی انسانی شناخت سے محروم ہو کر ایک ایسی جنس (commodity) میں تبدیل ہو جاتا ہے جس کی قدر اس کی انسانیت سے نہیں بلکہ اس کی تجارتی افادیت سے متعین ہوتی ہے۔ حاجی بخشن کے ہوٹل کے عقب میں قائم کوٹھریاں دراصل ایک متوازی معیشت کی علامت ہیں، جہاں جسمانی خواہش کو باقاعدہ کاروباری سرگرمی میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مصنف نے "رات بھر کے سفر کے قابل بنا دیتے تھے" جیسی تعبیر کے ذریعے نہ صرف جنسی استحصال بلکہ سرمایہ دارانہ صارفیت (consumerism) کی اس ذہنیت کو بھی آشکار کیا ہے، جس میں انسانی جسم کو محض جسمانی آسودگی اور معاشی منفعت کے آلے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس منظر میں جنسی تعلق انسانی رشتے کی صورت نہیں بلکہ خرید و فروخت کے ایک منظم عمل کے طور پر سامنے آتا ہے۔

کارل مارکس کے تصورِ Commodity Fetishism کی روشنی میں دیکھا جائے تو سرمایہ دارانہ نظام اشیا ہی نہیں بلکہ انسانی محنت اور جسم کو بھی تبادلے کی قدر (exchange value) میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اسی طرح Silvia Federici کے مطابق سرمایہ داری عورت اور جسمانی وجود کو محض حیاتیاتی حقیقت نہیں بلکہ ایسی معاشی قوت کے طور پر استعمال کرتی ہے جس سے مسلسل منافع حاصل کیا جا سکے۔ "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں یہ نظریات ایک ادبی صورت اختیار کرتے ہیں، جہاں مختلف اجسام ایک ہی معاشی منڈی میں برابر کی تجارتی اشیا بن جاتے ہیں۔ (۴)

مذکورہ بالا اقتباس واضح کرتا ہے کہ حاجی بخشن کی اصل قوت صرف ناجائز سرمایہ نہیں بلکہ وہ تجارتی منطق ہے جو انسانی جسم کو دولت پیدا کرنے کے سب سے مؤثر ذریعے میں بدل دیتی ہے۔ یہی جسم بعد ازاں پولیس، بیوروکریسی، سیاست اور دیگر مقتدر حلقوں تک رسائی کا سرمایہ بنتا ہے، جس سے ناول کا بنیادی استدلال مزید واضح ہو جاتا ہے کہ جسم کی تجارت، سرمایہ اور طاقت ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک ہی استحصالی نظام کے باہم مربوط اجزا ہیں۔

> ''اُس کے لیے یہ بات قطعی ناقابل فہم تھی کہ اس کے ہوٹل نما قحبہ خانہ پر مقامی ایس ایچ او ریڈ کرے کہ جس کے تھانے کی دو گاڑیاں ہر وقت اس کے کاروبار کی حفاظت کے لیے موجود رہا کرتی تھیں۔ محض ایک دن پہلے ہی اسے منتھلی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس کی کی فرمائش پر اس حرام زادی شہزادی کو اتنی دور سے منگوا کر اس کے ساتھ شب بسری کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حالانکہ وہ حرامی جانتا تھا کہ شہزادی صرف اور صرف بخشن کے لیے اور اسی کے روزینے میں ہے۔''(۵)

مذکورہ بالا اقتباس اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں جسم کی تجارت صرف بازار کی سرگرمی نہیں بلکہ اقتدار کے مختلف مراکز کے درمیان مفادات کے تبادلے کا ایک منظم وسیلہ ہے۔ ایس ایچ او کی طرف سے چھاپے پر حاجی بخشن کی حیرت اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ قانون نافذ کرنے والا ادارہ اپنے قانونی کردار کے بجائے پہلے ہی اس کاروبار کا حصہ بن چکا تھا۔ ماہانہ رقم کی ادائیگی اور "شہزادی" جیسی لڑکیوں کی فراہمی اس غیر رسمی معاہدے کو ظاہر کرتی ہے جس میں جسم، نقدی سے زیادہ مؤثر رشوت کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ مصنف یہاں اس استحصالی نظام کی داخلی ساخت کو بے نقاب کرتے ہیں، جہاں عورت کی ذات اپنی انفرادی شناخت کھو کر طاقت کے تبادلے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ "شہزادی" کو ایک انسان کے بجائے ایسی ملکیت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس پر حاجی بخشن اپنا حق جتاتا ہے اور جسے ضرورت کے مطابق طاقت ور افراد کی خدمت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح عورت کا جسم دوہری شے (dual commodity) بن جاتا ہے؛ ایک طرف وہ براہِ راست معاشی منافع پیدا کرتا ہے اور دوسری طرف اقتدار کے مراکز تک رسائی کا سرمایہ بھی بنتا ہے۔

Gyle Rubin اپنے معروف مضمون The Traffic in Women میں واضح کرتی ہیں کہ پدرشاہی معاشروں میں عورت اکثر ایک سماجی و معاشی تبادلے (exchange) کا حصہ بن جاتی ہے، جہاں اس کی حیثیت ایک خود مختار فرد کے بجائے مردانہ مفادات کے درمیان گردش کرنے والی قدر (value) کی ہوتی ہے۔ "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں حاجی بخشن کا کردار اسی تبادلہ جاتی نظام کی نمائندگی کرتا ہے، تاہم حفیظ خان اس تصور کو مزید وسعت دیتے ہوئے یہ دکھاتے ہیں کہ یہاں عورت کا جسم صرف سماجی تعلقات ہی نہیں بلکہ ریاستی سرپرستی، قانونی تحفظ اور غیر قانونی سرمایہ کے استحکام کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔(۶)

> ''شاید ایس ایچ او نہیں جانتا تھا کہ حاجی بخشن میں اتنی طاقت ہے کہ مجسٹریٹ کو جوتے پڑوا دے، ریکارڈ کو آگ لگوا دے، اور وکیلوں کے ذریعے نہ صرف اسسٹنٹ کمشنر نہیں بلکہ مجسسٹریٹ اور ڈی ایس پی کے دفاتر کو بھی تہس نہس کروا دے۔''(۷)

حفیظ خان نے "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں سرمایہ اور طاقت کے باہمی تعلق کو اپنے انتہائی واضح اظہار تک پہنچاتا ہے۔ حاجی بخشن کا یہ اعتماد کہ وہ مجسٹریٹ کی تذلیل کروا سکتا ہے، سرکاری ریکارڈ نذرِ آتش کروا سکتا ہے اور وکلاء کے ذریعے عدالتی و انتظامی دفاتر کو مفلوج کر سکتا ہے، اس حقیقت کی علامت ہے کہ ناجائز سرمایہ محض معاشی وسائل فراہم نہیں کرتا بلکہ ریاستی اداروں کی قانونی اور

اخلاقی بالادستی کو بھی چیلنج کرنے لگتا ہے۔ اس طرح طاقت کا سرچشمہ قانون نہیں بلکہ سرمایہ بن جاتا ہے، جبکہ انصاف بھی دولت اور اثر ورسوخ کے تابع دکھائی دیتا ہے۔ حفیظ خان یہاں اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جسم کی تجارت سے حاصل ہونے والا سرمایہ صرف انفرادی آسائش یا مالی خوش حالی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک ایسے غیر رسمی اقتداری ڈھانچے (informal power structure) کو جنم دیتا ہے جو ریاستی اختیار کے متوازی کام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاجی بخشن قانون سے خوف زدہ ہونے کے بجائے خود قانون نافذ کرنے والے نظام کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ناول اس تصور کو مؤثر انداز میں پیش کرتا ہے کہ جب سرمایہ احتساب سے آزاد ہو جائے تو قانونی ادارے انصاف کے محافظ کے بجائے طاقت ور طبقات کے مفادات کے محافظ بننے لگتے ہیں۔

مشل فوکو کے مطابق طاقت کسی ایک ادارے یا فرد میں مرتکز نہیں ہوتی بلکہ سماجی تعلقات کے پورے جال میں گردش کرتی ہے اور مختلف اداروں کے ذریعے اپنا اثر قائم رکھتی ہے۔ تاہم "حیدر گوٹھ کا بخشن" اس تصور کو مقامی سماجی تناظر میں ایک نئی جہت دیتا ہے، جہاں جسم کی تجارت سے پیدا ہونے والا سرمایہ اسی طاقت کے جال کو اپنے حق میں منظم کر لیتا ہے۔ دوسری طرف Pierre Bourdieu کے نزدیک معاشی سرمایہ (economic capital) جب سماجی تعلقات اور اثر ورسوخ میں تبدیل ہو جائے تو وہ Symbolic Capital کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جو افراد کو رسمی اختیارات سے بڑھ کر عملی قوت عطا کرتا ہے۔ حاجی بخشن کا کردار اسی تبدیلی کی ادبی تصویر معلوم ہوتا ہے۔(۸)

> "حاجی بخشن کی نگاہوں میں وہ سارا زمانہ گھوم گیا کہ جب اس آئی جی حمید الرحمن کی پہلی تعیناتی بطور اے بطور ایس پی تحصیل حیدر گوٹھ ہوئی تھی۔ حمید الرحمن نے پوری تحصیل کی پولیس کو عملاً بخشن کے زیر تصرف کر دیا اور بخشن نے بھی اس کی مدارت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ حمید الرحمن ان دنوں غیر شادی شدہ تھا سو اس کے واسطے ایک مستقل حجلہ عروسی سجا دیا گیا کہ جس میں صرف دلہنیں بدلتی رہتی تھیں۔"(۹)

"حیدر گوٹھ کا بخشن" میں ریاستی طاقت اور جسم کی تجارت کے درمیان قائم مفاداتی تعلق کو نمایاں کرتا ہے۔ آئی جی حمید الرحمن کی پہلی تعیناتی سے ہی پوری تحصیل کی پولیس کا عملاً حاجی بخشن کے زیرِ اثر آ جانا اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ جب ریاستی اہلکار ذاتی مفادات کو پیشِ نظر رکھیں تو قانون کی عمل داری بتدریج غیر رسمی طاقت کے مراکز کے سپرد ہو جاتی ہے۔ اس اقتباس میں پولیس محض ایک حفاظتی ادارہ نہیں بلکہ جسم کی تجارت سے حاصل ہونے والے سرمائے کی بقا اور توسیع کا فعال حصہ بن کر سامنے آتی ہے۔ مصنف نے "صرف دلہنیں بدلتی رہتی تھیں" جیسی علامتی تعبیر کے ذریعے عورت کے جسم کو ایک ایسی شے کے طور پر پیش کیا ہے جسے طاقت ور افراد کی خواہشات کی تکمیل کے لیے مسلسل گردش میں رکھا جاتا ہے۔ یہاں عورت کی انفرادی شناخت، جذبات اور انسانی وقار پس منظر میں چلے جاتے ہیں، جبکہ اس کا وجود ریاستی سرپرستی خریدنے کے ایک مؤثر وسیلے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس طرح ناول یہ مؤقف پیش کرتا ہے کہ جسم کی تجارت صرف معاشی منافع پیدا نہیں کرتی بلکہ وفاداریاں خریدنے، تعلقات استوار کرنے اور اقتدار کے مراکز کو اپنے ساتھ وابستہ رکھنے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

Carole Pateman اپنی معروف کتاب The Sexual Contract میں استدلال کرتی ہیں کہ جدید سماجی اور سیاسی ڈھانچوں کے پس منظر میں بھی عورت کے جسم پر مردانہ اختیار مختلف صورتوں میں برقرار رہتا ہے اور طاقت کے تعلقات اسی اختیار کو

مستحکم کرتے ہیں۔ "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں یہ تصور ایک نئے زاویے سے سامنے آتا ہے، جہاں عورت کا جسم نہ صرف مردانہ بالادستی بلکہ انتظامی وفاداریوں اور ریاستی سرپرستی کے حصول کی ایک باقاعدہ سیاسی و معاشی کرنسی بن جاتا ہے۔ اسی طرح Silvia Federici کے مطابق سرمایہ داری عورت کے جسم کو مسلسل منافع پیدا کرنے والے وسیلے میں تبدیل کرتی ہے، اور حفیظ خان اسی حقیقت کو مقامی سماجی تناظر میں فکشن کا حصہ بناتے ہیں۔ (۱۰)

> ''اس کا ہاتھ پھر سے اس کے پنڈے پر اور آنکھوں میں شہوت اترنا شروع ہو چکی تھی۔ شہزادی کے جسم میں پرانی پیڑیں بھی پھر سے جاگنا شروع ہو چکی تھیں۔ اس نے دل ہی دل میں اپنی ماں کو کوسنا شروع کر دیا کہ جس نے اپنے بعد اسے اس قصائی کے حوالے کر کے اپنی جان چھڑالی تھی۔'' (۱۱)

یہ اقتباس "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں جسم کی تجارت کے انسانی اور نفسیاتی نتائج کو نمایاں کرتا ہے۔ شہزادی کا کردار اس حقیقت کی نمائندگی کرتا ہے کہ استحصالی نظام میں عورت کا جسم محض معاشی منفعت کا ذریعہ نہیں رہتا بلکہ اس کی شخصیت، احساسات اور یادداشت بھی مسلسل تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ ماں کے حوالے سے اس کی تلخ یاد اس سماجی جبر کی طرف اشارہ کرتی ہے جہاں غربت اور بے بسی نسل در نسل عورتوں کو اسی استحصالی دائرے میں دھکیل دیتی ہے۔ مصنف اس منظر کے ذریعے واضح کرتے ہیں کہ جسم کی تجارت صرف جسمانی استحصال تک محدود نہیں بلکہ عورت کے نفسیاتی وجود کو بھی مجروح کرتی ہے۔ Silvia Federici کے مطابق سرمایہ دارانہ نظام میں عورت کے جسم کو مسلسل پیداواری وسیلہ بنا دیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی انسانیت پس منظر میں چلی جاتی ہے۔ "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں شہزادی اسی المیے کی علامت ہے، جہاں سرمایہ اور طاقت کی ہوس عورت کے جسم ہی نہیں بلکہ اس کی داخلی زندگی اور انسانی وقار کو بھی پامال کر دیتی ہے۔

> ''حمیداں اسے گالیاں دیتے دیتے رک گئی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ رجبے نے اسے گشتی کہا ہے۔ اسے یقین تھا کہ تمام دنیا اسے اس نام سے پکارے تو پکارے مگر رجبا اسے گشتی ہونے کا طعنہ نہیں دے سکتا کہ جسے پالنے اور اسی کا گھر چلانے کے لیے وہ کسبی بنی۔ یہ قدم اٹھانے سے پہلے سے نہ تو اس نے رجبے کو کچھ بتایا تھا اور نہ ہی رجبے نے سب کچھ جانتے بوجھتے کبھی اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔'' (۱۲)

جسم کی تجارت صرف عورت کی ذاتی مجبوری نہیں بلکہ غربت، بے روزگاری اور مرد کی معاشی بے بسی سے تشکیل پانے والا ایک سماجی المیہ بھی ہے۔ حمیداں کا احتجاج اس تلخ حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے کہ اس نے کسبِ معاش کے لیے اپنی عزت کو داؤ پر لگایا، لیکن آخر کار اسی عمل کی اخلاقی ذمہ داری بھی تنہا اسی کے حصے میں آئی، جبکہ رجبا اس استحصال سے مستفید ہونے کے باوجود خود کو اس الزام سے الگ رکھتا ہے۔ اس طرح "حیدر گوٹھ کا بخشن" پدرشاہی سماج کے اس دوہرے معیار کو نمایاں کرتا ہے، جہاں عورت معاشی بوجھ بھی اٹھاتی ہے اور سماجی رسوائی بھی اسی کے حصے میں آتی ہے۔ سلویا فیڈریچی کے مطابق سرمایہ دارانہ اور پدرشاہی نظام اکثر عورت کی جسمانی محنت اور جسم دونوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، مگر اس کے عوض اسے احترام یا سماجی شناخت نہیں دیتے۔ حمیداں کا کردار اسی تضاد کی نمائندگی کرتا ہے، جبکہ شہزادی کی زندگی اس استحصالی سلسلے کی اگلی کڑی بن جاتی ہے، جس سے ناول یہ واضح کرتا ہے اب تک ناول یہ واضح کر چکا ہے کہ حاجی بخشن اور اللہ ڈنو عبید نے جسم کی تجارت کو محض معاشی منفعت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے بیوروکریسی، پولیس اور سیاسی اشرافیہ تک رسائی کے ایک مؤثر ذریعے میں تبدیل کر دیا۔ تاہم حفیظ خان استحصال کے اس نظام کو صرف

دوسروں کی زندگیوں تک محدود نہیں رکھتے بلکہ آخر میں یہ دکھاتے ہیں کہ جو کردار دوسروں کے جسموں کو اپنی طاقت کے استحکام کے لیے استعمال کرتے ہیں، وہی بالآخر اسی نظام کے شکنجے میں آ جاتے ہیں۔ اقتدار اور جنسی مفاد پر قائم تعلقات وفاداری نہیں بلکہ وقتی مفادات پر استوار ہوتے ہیں، اس لیے ان کا انجام بھی انہی کرداروں کی ذاتی اور خاندانی شکست کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ کہ جسم کی تجارت صرف ایک فرد کا انتخاب نہیں بلکہ ایک ایسا سماجی اور معاشی چکر ہے جو نسل در نسل خود کو دہراتا رہتا ہے۔

> ''تونگر کرسی پر بیٹھا تو نہیں لیکن جو کچھ سامنے سکرین پر دکھایا جا رہا تھا وہ اس کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا۔ یقیناً یہ سات آٹھ سال پرانی ویڈیو تھی کہ جس میں وہ اپنی اس وقت کی ایک ماتحت آفیسر کے ساتھ حالت جماع میں تھا۔ کمرے میں شراب کی بوتلیں اور دیگر اسی نوعیت کے لوازمات موجود تھے۔ یہ کمرہ وہ کیسے بھلا سکتا تھا کہ الیاس ملک کی مہیا کردہ اس سہولت کے سبب اس نے نجانے کتنی دوشیزاؤں کے ساتھ زندگی کے بہترین لمحات یہاں گزارے تھے۔۔۔ جونہی پانچ منٹ کا ویڈیو کلپ ختم ہوا ایک دوسرا کلپ چلنا شروع ہو چکا تھا۔ وہی کمرہ، وہی لوازمات مگر اب اس کمرے میں لگے مہنگے ترین بیڈ پر تونگر کی جگہ الیاس ملک اور جونیر خاتون آفیسر کی جگہ ناہید تھی، بیگم صاحبزادہ سلطان احمد تونگر۔ تونگر کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔''(۱۳)

''حیدر گوٹھ کا بخشن'' کے فکری انجام کو سمیٹتا ہے۔ صاحبزادہ سلطان احمد تونگر کی ذاتی زندگی کا انہدام اس حقیقت کی علامت ہے کہ جس نے اپنے اقتدار اور منصب کو جسمانی لذت اور ناجائز مفادات کے لیے استعمال کیا، وہ بالآخر اسی استحصالی نظام کا شکار بن گیا۔ اللہ ڈنو عبید نے جس حکمتِ عملی کے ذریعے طاقت ور لوگوں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا، وہی حکمتِ عملی آخر کار ان کی نجی زندگی، ازدواجی رشتے اور سماجی وقار کو بھی نگل لیتی ہے۔ Michel Foucault کے مطابق طاقت ہمیشہ یک طرفہ عمل نہیں ہوتی بلکہ مسلسل گردش کرتی ہے اور اپنے حاملین کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ حفیظ خان اسی تصور کو ادبی صورت دیتے ہیں کہ جسم کو سرمایہ اور طاقت کے حصول کا ذریعہ بنانے والا نظام بالآخر اپنے خالقوں کو بھی عدمِ تحفظ، بے اعتمادی اور اخلاقی شکست سے دوچار کر دیتا ہے۔ یہی انجام ناول کے مرکزی استدلال کو مکمل کرتا ہے کہ جسم کی تجارت سے حاصل ہونے والا سرمایہ اور اقتدار وقتی ہو سکتا ہے، مگر اس کی قیمت بالآخر انسان کو اپنی ذات، اپنے رشتوں اور اپنی اخلاقی شناخت کی صورت میں ادا کرنا پڑتی ہے۔ ناہید اور الیاس کی ویڈیو دیکھنے کے بعد صاحبزادہ سلطان احمد تونگر کے لیے یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہو جاتی ہے کہ اقتدار، دولت اور جسمانی لذت پر استوار تعلقات کی کوئی اخلاقی بنیاد نہیں ہوتی۔ جو شخص برسوں دوسروں کی زندگیوں اور جسموں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتا رہا، اب وہ اپنی ہی نجی زندگی کے انہدام کا سامنا کرتا ہے۔ یہی احساس ناول کے اختتامی حصے کو ایک المیہ اور فکری گہرائی عطا کرتا ہے۔

> ''اس دوران ایک آدھ دن اُس نے خود ہی ناشتہ بنانے کی کوشش کی لیکن لوازمات تک رسائی سے آشنائی نہ ہونے کے سبب ناکامی ہوئی تو اس نے غصے اور جھنجلاہٹ میں بازاری ریستورانوں کا رخ کیا۔ ناشتہ تو بروقت مل گیا مگر سلطان احمد تونگر ایک عجیب سے احساس کے بوجھ تلے واپس پلٹا کہ جیسے اپنا سب کچھ کھو چکا ہو، بیوی، بچے، گھر اور گھر سے جڑی ہوئی وہ سبھی خواہشات کہ جن کو پالتے پالتے اس نے باقی زندگی، زندگی کے طور پر بسر کرنے کی تمنا کی تھی مگر آج اس کے گھر سے جڑے ہوئے

سبھی اس کے اپنے ،اس کی باقی ماندہ زندگی کو،زندگی کی حیثیت سے قبول کرنے کو بھی تیار نہ تھے۔"(۱۴)

صاحبزادہ سلطان احمد تونگر کی تنہائی اس امر کی علامت ہے کہ جسم کی تجارت اور ناجائز سرمائے سے حاصل ہونے والا اقتدار وقتی آسائش تو فراہم کر سکتا ہے، لیکن وہ خاندانی رشتوں، اعتماد اور داخلی سکون کا متبادل نہیں بن سکتا۔ حفیظ خان یہاں کسی فرد کی ذاتی ناکامی نہیں بلکہ ایک ایسے استحصالی نظام کی ناکامی کو نمایاں کرتے ہیں جو انسانی تعلقات کو مفاد اور خواہش کی بنیاد پر استوار کرتا ہے۔ Erich Fromm کے مطابق جب انسان رشتوں کو محبت اور ذمہ داری کے بجائے ملکیت اور خواہش کے تابع کر دیتا ہے تو بالآخر تنہائی اور وجودی محرومی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ سلطان احمد تونگر کا کردار اسی انجام کی نمائندگی کرتا ہے، جہاں سرمایہ، طاقت اور جسم کی تجارت سے تعمیر ہونے والی پوری عمارت آخر کار اپنے ہی بوجھ تلے منہدم ہو جاتی ہے۔ یوں "حیدر گوٹھ کا بخشن" اس حقیقت پر اختتام پذیر ہوتا ہے کہ انسان کی اخلاقی شکست دراصل ہر اس نظام کی ناگزیر تقدیر ہے جو انسانی جسم کو محض منافع اور اقتدار کے حصول کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔(۱۵)

"بوڑھا نائی کہا کرتا تھا کہ سردار کی سرداری کا کوئی فائدہ نہیں اگر وہ اپنے پسند کی عورت کو ران تلے نہیں رکھتا۔ دولت حاکمیت لاتی ہے اور حاکمیت، دولت لیکن جب دولت اور حاکمیت دونوں ہوں تو آخری طلب پھر عورت ہی ہوتی ہے، صرف عورت۔ حاجی بخشن نے اس بات کو پلے سے تو باندھا مگر کامیابی کا راستہ اس طرح ڈھونڈا کہ عورت کے ذریعے دولت اور دولت کی راہیں اختیارات تک پہنچا، حکومت تک پہنچا۔ اس نے ان تینوں کو زیریں نگیں لانے کے لیے مرد کے خالی پن کو استعمال بھی کیا اور استحصال بھی۔"(۱۶)

حاجی بخشن کے یہ خیالات دراصل "حیدر گوٹھ کا بخشن" کے پورے فکری ڈھانچے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ مصنف اس کردار کے ذریعے یہ واضح کرتے ہیں کہ استحصالی معاشروں میں عورت کو محض خواہش کی تکمیل کا ذریعہ نہیں بلکہ سرمایہ، اقتدار اور سماجی بالادستی کے حصول کے ایک مؤثر وسیلے میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ حاجی بخشن اس حقیقت کو بخوبی سمجھتا ہے کہ مرد کی جنسی خواہش محض ایک فطری جذبہ نہیں بلکہ اسے معاشی اور سیاسی مفادات کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جسم کی تجارت کو دولت کمانے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے بیوروکریسی، سیاست، پولیس اور دیگر مقتدر طبقات تک رسائی کی حکمتِ عملی بنا دیتا ہے۔ Pierre Bourdieu کے مطابق معاشی سرمایہ جب سماجی تعلقات اور اقتدار میں تبدیل ہو جائے تو وہ طاقت کی نئی صورتیں پیدا کرتا ہے۔ "حیدر گوٹھ کا بخشن" میں عورت کا جسم اسی تبدیلی کا بنیادی ذریعہ بنتا ہے، جہاں جسم، سرمایہ اور طاقت ایک دوسرے کو مسلسل تقویت دیتے ہوئے استحصالی نظام کو مضبوط کرتے ہیں۔(۱۷)

حفیظ خان کا ناول "حیدر گوٹھ کا بخشن" معاصر اُردو فکشن میں جسم، سرمایہ اور طاقت کے باہمی تعلق کو نہایت گہرے فکری شعور کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ ناول یہ مؤقف اختیار کرتا ہے کہ جسم کی تجارت کسی ایک فرد کی اخلاقی گراوٹ یا چند مجرم کرداروں کی سرگرمی نہیں بلکہ ایک ایسے سماجی، معاشی اور اقتداری نظام کی پیداوار ہے، جس میں انسانی جسم منافع، اختیار اور سماجی اثر و رسوخ کے حصول کا سب سے مؤثر وسیلہ بن جاتا ہے۔ حاجی بخشن، اللہ ڈنو عبید، صاحبزادہ سلطان احمد تونگر، حمید الرحمن اور دیگر کردار اسی نظام کے مختلف پہلوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں، جہاں ہر تعلق کی بنیاد انسانی وقار نہیں بلکہ مفاد، خواہش اور سرمایہ ہے۔ مصنف نے یہ بھی

واضح کیا ہے کہ جو کردار دوسروں کے جسموں کو اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے استعمال کرتے ہیں، بالآخر وہ خود بھی اسی استحصالی نظام کے شکنجے میں آ جاتے ہیں، جس سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ سرمایہ اور طاقت پر استوار تعلقات دیرپا انسانی رشتوں کی بنیاد نہیں بن سکتے۔ اس اعتبار سے "حیدر گوٹھ کا بخشن" صرف جسم فروشی یا جنسی استحصال کی داستان نہیں بلکہ سرمایہ دارانہ مفادات، پدرشاہی ذہنیت، اخلاقی زوال اور اقتداری سیاست کے باہمی رشتوں پر ایک گہرا ادبی اور سماجی محاکمہ ہے۔ یہی فکری جہت اس ناول کو معاصر اُردو ادب میں ایک اہم تنقیدی متن کی حیثیت عطا کرتی ہے، جہاں جسم کی تجارت محض ایک سماجی مسئلہ نہیں بلکہ طاقت، سرمایہ اور انسانی اقدار کے باہمی تصادم کی علامت بن کر سامنے آتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد حفیظ خان، حیدر گوٹھ کا بخشن، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۲ء، ص:۱۱

2. Harvey, David. The New Imperialism. Oxford University Press, 200.

۳۔ محمد حفیظ خان، حیدر گوٹھ کا بخشن، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۲ء، ص:۹

4. Federici, Silvia. Caliban and the Witch: Women, the Body and Primitive Accumulation. Autonomedia, 2004.

۵۔ محمد حفیظ خان، حیدر گوٹھ کا بخشن، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۲ء، ص:۴۵

6. Rubin, Gayle. "The Traffic in Women: Notes on the 'Political Economy' of Sex." Toward an Anthropology of Women, edited by Rayna R. Reiter, Monthly Review Press, 1975, pp. 157–210.

۷۔ محمد حفیظ خان، حیدر گوٹھ کا بخشن، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۲ء، ص:۴۶

8. Foucault, Michel. The History of Sexuality. Volume 1: An Introduction. Translated by Robert Hurley, Vintage Books, 1990.

۹۔ محمد حفیظ خان، حیدر گوٹھ کا بخشن، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۲ء، ص:۶۹

10. Pateman, Carole. The Sexual Contract. Stanford University Press, 1988.

۱۱۔ محمد حفیظ خان، حیدر گوٹھ کا بخشن، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۲ء، ص:۴۷

۱۲۔ ایضاً، ص:۵۰

۱۳۔ ایضاً، ص:۷۹

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۷۔۱۸

15. Fromm, Erich. The Art of Loving. Harper Perennial Modern Classics, 2006.

۱۶۔ محمد حفیظ خان، حیدر گوٹھ کا بخشن، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۲ء، ص:۹۰

17. Bourdieu, Pierre. Distinction: A Social Critique of the Judgement of Taste. Translated by Richard Nice, Harvard University Press, 1984.

References in Roman Script:

1. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 11.
2. Harvey, David. The New Imperialism. Oxford University Press, 2003.
3. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 9.
4. Federici, Silvia. Caliban and the Witch: Women, the Body and Primitive Accumulation. Autonomedia, 2004.
5. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 45.
6. Rubin, Gayle. "The Traffic in Women: Notes on the 'Political Economy' of Sex." Toward an Anthropology of Women, edited by Rayna R. Reiter, Monthly Review Press, 1975, pp. 157–210.
7. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 46.
8. Foucault, Michel. The History of Sexuality. Vol. 1, An Introduction. Translated by Robert Hurley, Vintage Books, 1990.
9. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 69.
10. Pateman, Carole. The Sexual Contract. Stanford University Press, 1988.
11. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 47.
12. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 50.
13. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 79.
14. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, pp. 17–18.
15. Fromm, Erich. The Art of Loving. Harper Perennial Modern Classics, 2006.
16. Muhammad Hafeez Khan, Hyder Goth Ka Bakhshan, Book Corner, Jhelum, 2022, p. 90.
17. Bourdieu, Pierre. Distinction: A Social Critique of the Judgement of Taste. Translated by Richard Nice, Harvard University Press, 1984.